# جہانِ عزیمت کا قطب ستارہ ___ سید قطب شہید!

بعض شخصیات کے ناموں کے ساتھ دنیاوی عزت یا عطا کے تمغے اور ٹائٹل اس طرح چپک جاتے ہیں کہ اگر کسی محفل میں ان کا خالی نام (ٹائٹل کے بغیر) لیا جائے تو انہیں کوئی مختلف شخصیت سمجھا جائے مثلاً سر سید احمد خاں' سر آغا خاں' سر ظفراللہ خان وغیرہ کے ناموں سے اگر "سر" ہٹا دیا جائے تو ان شخصیات کو متعین کرنا دشوار ہو جائے۔ اس کے برعکس اگر سر محمد اقبال کہا جائے تو ہمیں فوری طور پر پتہ نہیں چلے گا کہ مراد علامہ اقبال ہیں' علامہ اقبال کے لئے یہ استعاری خطاب کبھی مانوس نہیں ہو سکا' وجہ صاف ظاہر ہے! ٹھیک اسی طرح اخروی عزت (جس کے سامنے دنیاوی عزت کوئی چیز نہیں) کے ٹائٹل ہیں' غازی اور شہید ایسے ہی خطاب ہیں' غازی علم الدین شہید' سید احمد شہید' شاہ اسمٰعیل شہید اور سید قطب شہید ایسے ہی عظیم نام ہیں۔ "شہید" کا لفظ ان ناموں سے منفک کیا جائے تو ہمیں ان شخصیات کو شناخت کرنا مشکل ہو جائے گا۔ یہ وہ عزت اور شان ہے جو دونوں جہان دیکر بھی خریدی نہیں جا سکتی! شہید تو بہت لوگ ہوئے ہیں' ہر شہید کا ایک اپنا مقام ہے' لیکن ایسے شہیدوں کی شان کچھ نرالی ہے!

جدید دور کی اسلامی تاریخ عزیمت کی ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے جیسی سید قطب شہید نے مصر کے ڈکٹیٹر جمال عبدالناصر کے استبداد کے سامنے پیش کی۔ اپنی کتاب "معالم فی الطریق" (جادہ و منزل کے نام سے اردو ترجمہ از خلیل احمد حامدی) میں لکھتے ہیں: "یہ حقیقت ہے کہ اگر رسولؐ اللہ قوم پرستی کے نعرہ کو لے کر اٹھتے تو عرب کا بچہ بچہ اس پر لبیک کہتا ہوا لپکتا اور آپؐ کو وہ مصائب و آلام نہ سہنے پڑتے جو آپ کو 13 سال تک صرف اس بنا پر سہنے پڑے کہ آپؐ کی دعوت اور نظریہ جزیرۃ العرب کے فرماں رواؤں کی خواہشات سے متصادم تھا۔ مزید برآں یہ بھی حقیقت ہے کہ آپ میں یہ صلاحیت موجود تھی کہ جب عرب آپ کی قومی دعوت کو جوش و خروش کے ساتھ قبول کر چکتے اور قیادت کا منصب آپؐ کو سونپ دیتے تو آپؐ اپنے اس بے پناہ اثر اور طاقت کو عقیدہ توحید کا سکہ رواں کرنے کے لئے استعمال کرتے--- لیکن خدائے علیم و حکیم نے اپنے رسولؐ کو اس راستے پر نہیں چلایا' بلکہ انہیں حکم دیا کہ صاف صاف اعلان کر دیں کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں ہے اور ساتھ ہی متنبہ بھی کر دیا کہ اس اعلان پر لبیک کہیں' ہر قسم کی تکلیف و اذیت برداشت کرنے کے لئے بھی تیار رہیں۔ آخر یہ کٹھن راستہ اللہ تعالیٰ نے کیوں منتخب فرمایا؟ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولؐ اور ان کے اہل ایمان ساتھیوں کے حق میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ تشدد اور ظلم کا نشانہ بنیں' لیکن وہ جانتا تھا کہ اس کے علاوہ اور کوئی راستہ اس دعوت کے مزاج سے ہم آہنگ نہیں ہے' اور نہ یہ کوئی صحیح بات ہوتی کہ مخلوق خدا رومی یا

طاغوت کے پنجہ میں گرفتار ہو جائے۔ طاغوت خواہ کوئی ہو ار ایرانی طاغوت کے پنجے سے نجات پا کر عربی طاغوت ہی ہے۔ یہ ملک اللہ تعالیٰ کا ہے اور اس پر صرف اللہ کا ہی اقتدار قائم ہونا چاہیے"۔ سید قطب شہید کی اس کتاب (معالم فی الطریق) میں اسلامی انقلاب برپا کرنے کے طریقے سے بحث کی گئی ہے' اس کتاب کے مندرجات کو سید قطب شہید کے خلاف فرد جرم کے طور پر استعمال کرتے ہوئے انہیں بالآخر پھانسی کی سزا دی گئی تھی۔ مندرجہ بالا اقتباس سے سید قطب شہید کے اس نقطہ نظر کا اظہار ہوتا ہے کہ اسلامی انقلاب لانے کے سلسلے میں کسی رکاوٹ یا مشکل پر قابو پانے کے لئے کسی شخصیت' گروہ یا نظریہ سے سمجھوتہ نہیں کیا جا سکتا' حالات خواہ کیسے ہوں' ظلم و اذیت کے جتنے بھی امکانات ہوں' داعی حق کو اعلائے کلمتہ الحق کرنا چاہیے۔ سید قطب نے خود جو راستہ اختیار کیا وہ اس موقف کی بہترین عملی مثال تھا۔ وہ قرآن مجید کی اس آیت "وہ (کافر) لوگ اس وقت تک تمہارے ساتھ لڑنے سے بس نہیں کریں گے' جب تک' اگر وہ کر سکتے ہوں' تمہیں اپنے دین سے واپس نہ لوٹا دیں" سے یہ استنباط کرتے ہیں کہ جس جدوجہد اور مزاحمت کی اسلام کو اپنے ابتدائی دور میں ضرورت تھی وہ طاغوت کے مقابل میں آج بھی برقرار ہے' اس کے لئے صبر کے ساتھ ہتھیاروں کی ضرورت ہے۔ اسلامی انقلاب کی کوششوں کا یہ تقاضا ہے "معالم فی الطریق" میں وہ کہتے ہیں کہ یا اسلامی نظام ہوتا ہے یا پھر جاہلی نظام ہوتا ہے' تیسری (ملی جلی) کوئی چیز اسلامی نظام نہیں کہلا سکتی۔ "حق ایک ایسی اکائی ہے جس کا تجزیہ نہیں ہو سکتا' حق نہ ہو گا تو لازماً" باطل ہو گا' حق اور باطل دونوں میں اختلاط' امتزاج اور بقائے باہم محال ہے' حکم یا اللہ کا چلے گا یا جاہلیت کا' اللہ کی شریعت کا سکہ رواں ہو گا یا پھر ہوائے نفس کی عملداری ہو گی"۔ اسی طرح ایک اور جگہ اپنی اسی مشہور تصنیف میں فرماتے ہیں: "اسلام کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ دنیا کے اندر قائم جاہلی تصورات کے ساتھ مصالحانہ رویہ اختیار کرنے یا جاہلی نظاموں اور جاہلی قوانین سے بقائے باہم کے اصولوں پر معاملہ کرے۔ یہ موقف اسلام نے اس روز بھی اختیار نہیں کیا تھا جس روز اس نے دنیا میں قدم رکھا تھا"۔ مصر میں جمال عبدالناصر کی حکومت کا دعویٰ یہ تھا کہ جب وہاں رہتے ہی زیادہ تر مسلمان ہیں تو وہ ملک خود بخود ایک اسلامی معاشرہ بن جاتا ہے۔ سید قطب اس دعویٰ کی تکذیب کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "اسلامی معاشرہ وہ نہیں ہوتا جو مسلمانوں کے نام سے پکارے جانے والے انسانوں پر مشتمل ہو لیکن اسلامی شریعت کو وہاں کوئی قانونی حیثیت حاصل نہ ہو' ایسے معاشرے میں اگر نماز' روزے اور حج کا اہتمام بھی موجود ہو تو وہ اسلامی معاشرہ نہیں ہو گا بلکہ وہ ایک ایسا معاشرہ ہے جو خدا اور رسولؐ کے احکام اور فیصلوں سے آزاد ہو کر اپنے مطالبہ نفس کے تحت اسلام کا ایک جدید ایڈیشن تیار کر لیتا ہے اور اسے بر سبیل مثال ترقی پسند اسلام کے نام سے موسوم کرتا ہے"۔ سید قطب فرماتے ہیں کہ وہ مصر اور دیگر نام نہاد مسلم معاشروں کو اس لئے جاہلی معاشرے کہتے ہیں کہ وہاں نظام حیات بندگی رب کے اصول پر نہیں چل رہا ہے' اگرچہ وہاں لوگ اللہ کو معبود مانتے ہیں لیکن انہوں نے

الوہیت کی خاص صفت' یعنی حاکمیت کو دوسروں کے حوالے کر رکھا ہے اور غیر اللہ کی حاکمیت کو تسلیم کر رکھا ہے جس کا اظہار ان کی روایات' رسم و رواج' نظام زندگی' قوانین اور اقدار سے ہوتا ہے۔ اسلامی انقلاب کا مقصد یہ ہے کہ دنیا میں اللہ کی حاکمیت قائم کی جائے اور انسان کی بادشاہت ختم کی جائے' تمام انسانی قوانین منسوخ کر دیئے جائیں' یہ کام محض دعوت یا تبلیغ سے نہیں ہو سکتا' خلق خدا کی گردنوں پر سوار اور اقتدار خداوندی پر غاصبانہ انداز میں مسلط لوگ اپیلوں اور درخواستوں سے دستبردار نہیں ہوا کرتے' اگر ایسا ممکن ہوتا تو پیغمبروں کے لئے اعلائے کلمتہ الحق نہایت خوشگوار اور آسان کام ہوتا' لیکن انبیاء کی تاریخ اس کے برعکس داستان بیان کرتی ہے لہٰذا حالات کی مناسبت سے اسلامی انقلاب اور حاکمیت خداوندی کے قیام کے لئے تمام دستیاب ذرائع استعمال کئے جا سکتے ہیں جن میں جہاد بالقول کے ساتھ جہاد بالسیف شامل ہے چنانچہ اسلام جدید مفہوم میں کوئی دفاعی تحریک نہیں ہے۔ رکاوٹوں کو دور کرنے کے لئے طاقت کا استعمال ضروری ہے۔ "لا اکراہ فی الدین" کی پابندی اس صورت میں ہے جب تمام انسان دعوت کو قبول یا رد کرنے کے لئے بالکل آزاد ہوں۔ جبکہ دنیا میں جگہ جگہ طاغوت کی حکمرانی کی وجہ سے لوگ آزاد نہیں ہیں۔

حق کی دعوت کے معاملے میں ذرہ ریگ کے برابر مصلحت کی گنجائش نہ رکھنے والے سید قطب کا جمال ناصر جیسے آمر مطلق کی حکومت میں آزاد و مامون رہنا عجیب واقعہ ہوتا' ان کی گرفتاری' اسیری اور پھانسی میں تعجب کی بات نہ تھی۔ ایسا ہونا ہی تھا۔ باطل سے یہی توقع تھی۔ آسمان کی رفعتوں سے زیادہ بلند عزیمت و جرات کے مالک اور اعلائے کلمتہ الحق میں شرق تا غرب شہرت حاصل کرنے والے سید قطب شہید مصر کی بندرگاہ پورٹ سید کے علاقے کے ایک گاؤں موشیہ میں پیدا ہوئے۔ الاخوان کے مرشد عام حسن البنا کی طرح ان کا سن پیدائش بھی 1906ء ہے۔ گاؤں میں اپنی ابتدائی زندگی کے حوالے سے انہوں نے "طفل من القریہ" کے نام سے ایک کتاب بھی لکھی تھی' یہ کتاب ویسے تو ان کے افسانوں کا مجموعہ ہے لیکن ان میں ان کی اپنی سرگزشت بھی آگئی ہے۔ آباؤ اجداد صدیوں پہلے جزیرۃ العرب سے ہجرت کر کے مصر میں آباد ہو گئے تھے۔ والد حاجی ابراہیم قطب متوسط درجے کے زمیندار تھے اور زیادہ تر وقت دینی مشاغل' ذکر و فکر میں صرف کرتے تھے۔ والدہ سیدہ فاطمہ قرآنی علوم اور پرہیزگاری سے طبعی رغبت کی بنا پر خاندان میں خصوصی احترام کی نظر سے دیکھی جاتی تھیں۔

جیسا کہ عموماً" دیکھنے میں آیا ہے والدین کی دینداری اور تربیت نے بعض عظیم اسلامی شخصیات کی سیرت کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا ہے' سید قطب شہید پر ان کے والدین کے دینی شعور و شغف کا بے شک بڑا اثر تھا۔ وہ پیدائشی عبقری اور زبردست قوت حافظہ رکھتے تھے۔

کم عمری میں مکمل قرآن حفظ کر لیا تھا۔ سکول کی تعلیم قریبی شہر حلوان سے حاصل کی۔ اس کے بعد قاہرہ کے دار العلوم (قاہرہ یونیورسٹی) میں داخل ہوئے۔ 1933ء میں یونیورسٹی سے ڈگری اور تعلیم میں ڈپلوما حاصل کیا۔ کچھ عرصہ اسی ادارے میں بطور پروفیسر پڑھاتے رہے، پھر انسپکٹر سکولز مقرر ہو گئے۔ حسن البنا اور سید قطب میں یہ بات بھی مشترک ہے کہ دونوں معلم تھے۔ 1948ء تک بطور ایک ماہر تعلیم، انشاء پرداز، شاعر، ادیب، محقق اور افسانہ نگار وہ اپنا ایک مقام پیدا کر چکے تھے۔ سید قطب کے چھوٹے بھائی محمد قطب بھی زبردست عالم اور ادیب تھے "شبہات حول الاسلام" (اردو ترجمہ "اسلام اور جدید ذہن کے شبہات" کے نام سے محمد سلیم کیانی نے کیا ہے) ان کی مشہور کتاب ہے۔ وہ بھی راہ حق میں قیدوبند کی آزمائش سے گزرے۔ دو بہنیں حمیدہ قطب اور امینہ قطب بھی بھائیوں کی طرح دعوت و جہاد میں شامل رہیں اور طویل عرصے تک جیل کی سختیاں جھیلتی رہیں۔ دونوں بڑی پڑھی لکھی خواتین تھیں، علم و ادب و تصنیف و تالیف میں ان کا ایک مقام ہے۔ "یوں خاندان قطب کا ہر فرد گوہر یک دانہ نظر آتا ہے اور اس مثل کا صحیح مصداق ہے کہ ایں خانہ ہمہ آفتاب ہے۔ صبر، عزیمت اور آزمائش و ابتلا میں بھی اس خاندان نے بیسویں صدی میں جس اعلیٰ کردار کا نمونہ پیش کیا ہے اس نے آل یاسر کی مثال زندہ کر دی ہے" (خلیل احمد حامدی)

سرکاری ملازمت کے دوران 1948ء میں سید قطب جدید طرز تعلیم کے مطالعہ کے لئے سرکاری وظیفہ پر امریکہ گئے، دو سال تک امریکہ میں قیام رہا۔ امریکہ سے واپسی پر انہوں نے انگلستان، اٹلی اور سوئٹزر لینڈ میں بھی چند ہفتے گزارے۔ امریکہ اور یورپ کا یہ سفران کے ذہن میں ایک بڑی مثبت تبدیلی کا باعث بنا۔ انہوں نے "ترقی پسند" مغرب میں انسانیت کی تباہی کا نقشہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور "انہیں اسلام کی حقانیت و صداقت پر مزید اطمینان ہوا اور وہ یہ یقین لیکر واپس آئے کہ انسانیت کا اصل فلاح صرف اسلام میں ہے"۔ چنانچہ انہوں نے اخوان المسلمون کی تحریک کا مطالعہ کرنا شروع کیا اور پھر اس تحریک سے منسلک ہو گئے۔ اس وقت اخوان تحریک کی مقبولیت عروج پر تھی، 1947ء تک اس تحریک کے ارکان کی تعداد 25 لاکھ ہو چکی تھی جبکہ ہمدردوں اور حامیوں کی تعداد اس سے کہیں زیادہ تھی۔ 1949ء میں تحریک کے امیر حسن البنا کی شہادت اور اس کے بعد 1952ء میں فوجی انقلاب نے مصر میں اخوان المسلمون کے رہنماؤں اور کارکنوں کے لئے آلام و حادثات کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع کر دیا۔ آزمائش و مصائب کے اس زمانے میں سید قطب نے فکری اور نظری میدان میں تحریک کی شاندار خدمات سرانجام دیں اور کارکنوں کی نظریاتی رہنمائی کی جس کی شدت سے ضرورت تھی۔ 1953ء میں سید قطب نے شام اور اردن کا دورہ کیا۔ اور وہاں اسلامی انقلابی موضوعات پر لیکچر دیئے۔ جولائی 1954ء میں وہ تحریک کے ترجمان جریدہ "اخوان المسلمون" کے چیف

ایڈیٹر بن گئے۔ کرنل جمال ناصر کی حکومت اس حیثیت میں سید قطب کے کلمہ حق پر مبنی مضامین اور اداریوں کی تاب نہ لا سکی' اس اخبار نے اینگلو مصری پیکٹ کی مخالفت میں بڑے زوردار اداریے تحریر کئے تھے۔ جس پر حکومت کو شدید عوامی ردعمل کا اندیشہ لاحق ہوا۔ چنانچہ اولین اقدام کے طور پر سید قطب کی ایڈیٹری کے چند ماہ بعد اس پرچے کی اشاعت پر پابندی لگا دی گئی۔ ایک منصوبے کے تحت اخوان المسلمون کو خلاف قانون قرار دے دیا گیا' اخوان رہنماؤں کو گرفتار کر کے انہیں قید سے لیکر پھانسی تک مختلف سزائیں دی گئیں' تحریک کے ہزاروں کارکنوں کو جیلوں میں ڈال دیا گیا' بقول خلیل احمد حامدی "ہر اس شخص کی عزت و آبرو اور جان و مال پر دست درازی کی گئی جو اخوان کے ساتھ کسی نہ کسی نوعیت کا تعلق رکھتا تھا"۔

1954ء کے آخر میں اخوان المسلمون کے خلاف عبدالناصر کی حکومت کی "کریک ڈاؤن" کے وقت سید قطب اخوان المسلمون کے مرشد عام کے بعد اہم ترین رہنما تھے' بلکہ تحریک کی فکری رہنمائی کا شعبہ بطور سیکرٹری نشرواشاعت انہیں کے سپرد تھا' یہ اخوان کی تاریخ کا سنگین ترین دور تھا۔ سید قطب کو سرکاری ملازمت سے مستعفی ہوئے قریباً دو سال ہو چکے تھے۔ جب اخوان کے خلاف حکومت کی ظالمانہ کارروائی کا آغاز ہوا تو سید قطب اپنی ناقدانہ تحریروں کی وجہ سے آمریت کے غیض و غضب کا سب سے پہلا نشانہ بنے۔ کینتھ کریگ (Kenneth Cragg) "The Pen and the Faith" میں 1954ء کے دردناک واقعات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "اخوان المسلمون اس لئے نئی حکومت سے جلدی بیزار ہو گئے کہ یہ اسلامی اتحاد کے بجائے مصری قومیت پر زور دیتی تھی اور مصر کے مسائل پر مادہ پرستانہ نقطہ نظر رکھتی تھی۔ فوجی افسراس تحریک کے نظریات اور عزائم کو شک کی نظروں سے دیکھتے تھے اور اسے اپنی قیادت کے لئے خطرہ تصور کرتے تھے۔ اس مایوسی اور ناراضگی کی بنا پر اخوان المسلمون نے تہیہ کیا کہ وہ اپنے نصب العین کو عملی جامہ پہنانے کے لئے خود قدم اٹھائیں۔ اس طرح حکومت کے ساتھ ان کے تعلقات بہت خراب ہو گئے۔ 1954ء کے آخر میں عبدالناصر کی حکومت نے اخوان کے خلاف سخت اقدام کیا اور دوسروں کے ساتھ سید قطب کو بھی طویل قیدوبند برداشت کرنا پڑی"۔ سید قطب شہید کا جرم یہ تھا کہ ان کے صحافیانہ مقالوں اور کتابوں کے مطالعہ سے مصر کے مسلمان نوجوانوں میں عقابی روح بیدار ہونا شروع ہو گئی تھی جبکہ حکومت مغربی نمونے کی ثقافت اور لہوولعب کے پروگراموں کے ذریعے انہیں تھپک تھپک کر سلانا چاہتی تھی۔

جب سید قطب کو گرفتار کیا گیا تو وہ شدید بخار میں مبتلا تھے' انہوں نے گرفتاری کو ٹالنے کے لئے کوئی پس و پیش نہیں کیا' اس کے باوجود انہیں ہتھکڑیاں پہنا کر گھر سے جیل تک لایا گیا۔ خلیل احمد حامدی "جادہ و منزل" کے دیباچہ میں عربی زبان کے ہفتہ روزہ "الشہاب" کے حوالے سے لکھتے ہیں: "فوجی افسر جب سید قطب کو گرفتار کرنے کے لیے ان کے گھر میں داخل ہوئے تو

سید اس وقت شدید بخار میں مبتلا تھے' انہیں اسی حالت میں پابند سلاسل کر لیا گیا اور پیدل جیل تک لے جایا گیا' راستے میں شدت کرب کی وجہ سے بے ہوش ہو کر زمین پر گر جاتے اور جب ہوش میں آتے تو ان کی زبان پر اللہ اکبر وللہ الحمد کے الفاظ جاری ہو جاتے جوں ہی سید قطب نے جیل کے اندر قدم رکھا تو جیل کے کارندے ان پر ٹوٹ پڑے اور پورے دو گھنٹے تک ان کو زدوکوب کرتے رہے' جیل کے اندر ان پر ایک سدھایا ہوا گرگ نما فوجی کتا بھی چھوڑا گیا جو ان کی ران منہ میں لے کر انہیں ادھرادھر گھسیٹتا رہا۔ اس تمہیدی کاروائی کے بعد انہیں ایک کوٹھڑی میں لے جایا گیا اور ان سے سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوا اور مسلسل سات گھنٹے تک جاری رہا' سید قطب کی جسمانی طاقت اگرچہ جواب دے چکی تھی مگر قلبی حرارت اور اطمینان و صبر کی طاقت نے انہیں پتھر کی چٹان میں تبدیل کر دیا تھا۔ ان پر گوناگوں اذیتوں کی بارش ہوتی رہی مگر وہ اللہ اکبر وللہ الحمد کے سرور جاودانی میں مستغرق رہتے۔ رات کو جیل کی تنگ و تاریک کوٹھڑی میں ڈال دیے جاتے اور صبح کے وقت بلاناغہ انہیں پریڈ کروائی جاتی۔ ان مالایطاق مشقتوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ متعدد بیماریوں میں مبتلا ہو گئے۔ 3 مئی 1955ء کو انہیں فوجی اسپتال میں منتقل کر دیا گیا۔ اس وقت موصوف امراض سینہ' قلبی ضعف' جوڑوں کے درد اور اسی نوعیت کی دوسری بیماریوں میں مبتلا تھے۔

سید قطب کے ایک شاگرد یوسف العظم نے بیان کیا ہے کہ گرفتاری کے بعد جیل میں فوجی حکومت کے احکام پر سید قطب کو شدید اذیت کا نشانہ بنایا گیا' ان کے جسم کو آگ سے داغا گیا' خونخوار کتوں کو ان پر چھوڑا گیا' ان کے سر پر کبھی گرم اور کبھی یخ پانی انڈیلا جاتا' لاتوں اور گھونسوں سے مارا جاتا' کبھی گالیوں اور گندے اشاروں سے ان کی ہتک کی جاتی۔ تعذیب و تشنیع کے ان تمام حربوں کے باوجود سید قطب کو جھکایا نہ جا سکا' بلکہ ان کا ایمان اور پختہ ہوا۔ 13 جولائی 1955ء کو نام نہاد عوامی عدالت نے ان کی عدم موجودگی میں (بیماری اور کمزوری کی وجہ سے سید قطب عدالت میں نہ آسکے اور جیل میں بند رہے) انہیں پندرہ سال قید بامشقت کی سزا سنائی۔ پندرہ سالہ قید کے آغاز کے ایک سال بعد جمال عبدالناصر کا ایک ایلچی جیل خانے میں سید قطب سے ملا اور حکومت کی طرف سے پیشکش کی کہ اگر سید قطب چند سطریں لکھ کر حکومت سے معافی مانگ لیں تو گھر کی آرام دہ زندگی اور رہائی سے متمتع ہو سکیں گے۔ اس پیشکش کو نفرت سے مسترد کرتے ہوئے سید قطب نے اسے جمال عبدالناصر تک پہنچانے کے لئے یہ تاریخی اور یادگار جواب دیا: "ان لوگوں پر تعجب ہے جو مظلوم سے ظالم کے سامنے معافی کا مطالبہ کرتے ہیں۔ خدا پاک کی قسم اگر معافی کے صرف چند لفظ مجھے پھانسی سے بچا سکتے ہوں تو تب بھی میں وہ الفاظ ادا کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہوں گا۔ میں اپنے پروردگار کے روبرو اس حال میں حاضر ہونا پسند کروں گا کہ میں اس سے خوش ہوں اور وہ مجھ سے راضی ہو"۔ طویل قید کے دوران' یہ پیشکش کئی بار ان کو کی گئی۔ وہ کہتے: "اگر میری یہ قید برحق ہے تو میں حق کے فیصلے پر راضی ہوں اور اگر باطل نے مجھے گرفتار کر رکھا ہے تو میں باطل سے رحم کی درخواست کبھی نہیں کروں گا"۔ خلیل احمد حامدی نے لکھا ہے

کہ قید کے دوران میں انہیں وزارت تعلیم کی پیشکش بھی کی گئی تھیں بشرطیکہ وہ حکومت سے تعاون کا وعدہ کریں اور اخوان المسلمون سے الگ ہو جائیں۔ انہوں نے یہ پیشکش ٹھکرا دی۔ ان کی جگہ کوئی اور کمزور دل اور ضمیر فروش ہوتا تو عبدالناصر کی پیشکش قبول کر کے اپنا مستقبل بنا لیتا لیکن سید کی غیرت نے اس ذلت اور رسوائی کو برداشت نہ کیا" (افتخار احمد)

سید قطب شہید دس سال تک قید رہے' اس دوران میں انہیں جھکانے اور اعلائے حق سے باز رکھنے کے لئے تحریص اور تشدد کے تمام طریقے' اذیت دینے کے جدید سے جدید انداز آزمائے گئے لیکن وہ جرات و عزیمت کی ناقابل شکست چٹان ثابت ہوئے' سید قطب ایمان و ایقان کے جس مقام پر تھے وہاں بندے کی نہیں دار و رسن کی آزمائش ہوتی ہے۔ قید و بند کے ابتدائی تین چار سال بہت سختی اور عذاب کے تھے' اس کے بعد مشقت اور جبر میں کچھ کمی کر دی گئی تو سید قطب نے اس جزوی سہولت سے فائدہ اٹھا کر قرآن مجید کی تفسیر (فی ظلال القرآن) کی تکمیل کی اور یہ تفسیر ان کا بہت بڑا علمی اور دینی کارنامہ ہے۔ دس گیارہ سال بعد رہائی بھی صدر عبدالناصر نے کسی خوشی سے عطا نہیں کی تھی' ان کی سزا تو پندرہ سال قید بامشقت تھی۔ ہوا یوں کہ عراق کے اس وقت کے صدر عبدالسلام عارف قاہرہ کے دورے پر آئے۔ انہوں نے عبدالناصر سے عالم اسلام کے اس عظیم مفکر کی رہائی کی سفارش کی۔ اس وقت صدر عبدالناصر نے مخالفت کے کئی داخلی اور خارجی محاذ کھول رکھے تھے اور اپنے آپ کو عرب دنیا کے قائد کے طور پر منوانا چاہتے تھے۔ چنانچہ عراق کے صدر کی خوشنودی کے لئے وہ سید قطب شہید کی وقتی رہائی پر آمادہ ہو گئے۔ اس طرح سید قطب 1964ء کے وسط میں قید سے باہر آ گئے۔ تاہم پولیس برابر ان کی نگرانی اور تعاقب میں رہتی تھی' انہیں نقل و حرکت کی مطلق آزادی نہ تھی۔ ایک طرح سے یہ نظربندی تھی۔ اس محدود آزادی پر ایک برس بھی نہیں گزرا تھا کہ انہیں دوبارہ گرفتار کر لیا گیا۔ نہ صرف انہیں' بلکہ ان کی دو ہمشیرگان' حمیدہ قطب' امینہ قطب اور چھوٹے بھائی محمد قطب کو بھی گرفتار کر لیا گیا۔ ان کے علاوہ اخوان المسلمون کے بیس ہزار سے زائد دوسرے رہنماؤں' کارکنوں اور حامیوں کو بھی گرفتار کیا گیا۔ ان میں سات سو کے قریب عورتیں تھیں جن میں مشہور اخوانی رہنما خاتون زینب الغزالی بھی شامل تھیں۔ ان کا جرم؟ حکومت کا تختہ الٹنے کی سازش۔ یہ الزام جمال عبدالناصر نے 1965ء میں کمیونسٹ روس کے دورے کے دوران غالباً" روسی خفیہ تنظیم کے جی بی کے اشارے پر عاید کیا اور دورے سے واپس آتے ہی پکڑ دھکڑ کا سلسلہ شروع کر دیا۔ صدر عبدالناصر نے مصر میں ایک نیا آمرانہ قانون منظور کیا جس کے تحت اسے یہ لامحدود اختیارات حاصل ہو گئے کہ وہ جس شخص کو چاہے کسی مقدمہ کے بغیر گرفتار کر سکے اور جائیداد کی ضبطی سمیت تمام کاروائیاں

کر سکے۔ ان کاروائیوں پر کوئی عدالتی چارہ جوئی نہیں ہو سکتی تھی۔

ظلم و جبر کا یہ تازہ اقدام پچھلی کاروائی سے کہیں سخت تھا۔ ایسے محسوس ہوتا تھا کہ حکومت اس مرتبہ ہر حال میں سید قطب' ان کے ساتھیوں اور تحریک کے کارکنوں کو کچل ڈالنا چاہتی ہے۔ سید قطب خصوصی طور پر نشانہ بنے جس کا اندازہ اس حقیقت سے ہوتا ہے کہ ان کے گھر والوں' دو بہنوں اور بھائی تک کو گرفتار کر لیا گیا تھا۔ یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ دس سال کی پچھلی قید سے رہائی کے بعد انہیں عراق میں ایک اہم عہدے کی پیشکش ہوئی تھی' بعض دوستوں نے انہیں یہ خیر خواہانہ مشورہ دیا کہ وہ کچھ عرصے کے لئے عراق یا کسی دوسرے ملک میں (جہاں ان کی قدر ہوتی) چلے جائیں کیونکہ مصری حکومت کی نیت پھر خراب معلوم ہوتی تھی' تاہم سید قطب نے اپنی عالمانہ فکر کا دفاع کرنے کے لئے مصر میں رہنے کو ترجیح دی اور نتائج سے بے نیاز ہو گئے۔ گرفتاری پہلے ہوئی' الزامات بعد میں لگائے گئے۔ ان الزامات میں سرمایہ داری اور سوشلزم وغیرہ کے خلاف ان کے مضامین کا لب و لہجہ (جن میں ضمناً" انہوں نے مصری حکومت کی لادینی پالیسیوں پر بھی تنقید کی تھی)' کتاب "معالم فی الطریق" کے ذریعے مصر میں اسلامی انقلاب کی کوششوں (جن کا مطلب جمال ناصر کی حکومت کا خاتمہ ہوتا)' اور بم سازی اور صدر جمال ناصر وغیرہ کے قتل کی سازش جیسے مضحکہ خیز الزامات بھی شامل تھے۔ مصر میں کسی وکیل اور قانون دان کی ہمت نہ پڑی کہ اس "باغی" کے مقدمے کی پیروی کے لئے سامنے آئے' سوڈان اور مراکش کے علاوہ فرانس اور ہالینڈ کے کچھ وکیلوں نے سید قطب اور ان کے ساتھیوں کے قانونی دفاع کے لئے درخواستیں دیں جو مصری حکومت نے متکبرانہ انداز میں رد کر دیں۔ بالاخر سوڈان کے دو وکیل کسی طرح سرحد عبور کر کے قاہرہ پہنچ گئے اور فوجی عدالت میں پیش ہونے کی کوشش کی' انہیں فوری طور پر اور زبردستی ملک سے نکال دیا گیا۔ "

گرفتاری سے لیکر مقدمہ کی ساعت تک مصری حکومت نے تہذیب و شائستگی کی تمام حدود پھلانگ کر جس طرح آپ کو تشدد اور تعذیب کا نشانہ بنایا اور جو وحشیانہ سلوک آپ کے ساتھ روا رکھا گیا اس کے آگے جرمن نازیوں کے مظالم کی داستانیں ہیچ نظر آتی ہیں۔ مصر کے سرکاری اخبار "الیوم" کے مطابق سید قطب کے ساتھ جیل میں عجیب و غریب سلوک روا رکھا گیا۔ جیل کے جلاد انہیں ایک بھاری بھرکم کرسی کے ساتھ رسی سے باندھ دیتے اور وہ کئی کئی روز یونہی بندھے رہتے اور سو بھی نہ سکتے تھے' اس دوران جیل کے سپاہی ان کے چہرے پر لاتیں مارتے" (افتخار احمد)۔ خصوصی عدالت' جس کا سربراہ ایک کرنل تھا' پہلے سے سید قطب کو سب سے بڑی سزا دینے کا فیصلہ کر چکی تھی' عدالتی کاروائی یکطرفہ اور نہایت بھونڈی تھی۔ اس کے باوجود عدالت میں ہر پیشی کے موقع پر سید قطب نے نہایت مدلل اور باوقار انداز میں خطاب کیا' جبکہ سید قطب کے ہر بیان پر رد عمل طے شدہ منصوبے کے مطابق کمرہ عدالت میں کرائے کے سامعین کی طرف سے تمسخرانہ قہقہوں کی شکل میں ظاہر ہوتا۔ سید

قطب نے ایسی بے باکی سے اعلائے حق کیا جس کی تاریخ میں بہت کم مثالیں ملتی ہیں' اسلام کی حقانیت اور اسلامی انقلاب کے سلسلے میں اپنے موقف کا دلیرانہ اظہار اور دفاع کرتے ہوئے ایک لمحے کے لئے بھی انہوں نے عدالت میں اس جور و تشدد کی طرف اشارہ تک نہ کیا جس سے وہ جیل کی تنگ و تاریک کوٹھڑی میں گزرے تھے۔ کینتھ کریگ لکھتے ہیں : "قاہرہ میں 1965ء میں ریاست کے خلاف منصوبہ تیار کرنے کے سنگین الزام پر مقدمہ کی کارروائی کے دوران اخوان المسلمون کے لیڈر سید قطب نے اپنے خلاف الزام تسلیم کیا۔ انہوں نے اصرار کیا کہ ایک ایسی حکومت کے خلاف جو ان کے نزدیک غیر اسلامی تھی' مزاحمت کرنا ایک سچے مسلمان کا فرض تھا۔ انہوں نے مصری قومیت کے وطن کے مقابلے میں اسلامی امہ کے ساتھ وفاداری کو بالاتر قرار دیا' ان کے نزدیک دنیا میں ہر جگہ مسلمانوں کی قوم ایک انفرادی مملکت کی شہریت پر فوقیت رکھتی تھی۔ سرکاری وکیل نے ان کے دفاعی دلائل میں پوشیدہ خطرے کو سونگھتے ہوئے یہ جوابی الزام عاید کیا کہ قطب کا تعلق اسلام سے نہیں بلکہ اخوان المسلمون سے تھا۔ قیدی سید قطب نے اس کا جواب یہ دیا کہ ان کی رائے میں تحریک اخوان المسلمون اسلام ہی کی مظہر اور اسلام ہی کی داعی ہے"۔ مصری عدالت کے سامنے سید قطب کے بیانات بہت اہمیت کے حامل ہیں اور دلیرانہ کلمہ حق کی بہترین مثال پیش کرتے ہیں۔ عدالت میں یہ نکتہ بھی موضوع بحث بنا کہ آیا یہ مقدمہ (جس کی بنیاد مصری قومیت کے ساتھ وفاداری پر ہے) سچے اسلام کے ساتھ غداری تو نہیں اور اگر اسلامی قومیت اور اسلامی انقلاب کے متعلق سید قطب کا موقف برحق ہے تو پھر انہیں کیسے باغی قرار دیا جا سکتا ہے؟

بہرحال یہ بحثیں تو فوجی عدالت میں ہوتی رہیں' جیسا کہ حکومت نے طے کر رکھا تھا' سید قطب کو موت کی سزا سنا دی گئی۔ سزا کا حکم سن کر سید قطب اطمینان سے مسکرائے اور فرمایا : "مجھے پہلے سے اس بات کا علم تھا کہ اس مرتبہ جمال عبدالناصر کی حکومت میرے سر کی طالب ہے۔ مجھے نہ اس فیصلے پر افسوس ہے اور نہ اپنی موت کا رنج۔ بلکہ میں خوش ہوں کہ اپنے مقصد کے لئے جان دے رہا ہوں۔ اس امر کا فیصلہ مستقبل کا مورخ کرے گا کہ اخوان راہ راست پر تھے یا حکومت"۔ اخوان المسلمون کی ممتاز خاتون رہنما زینب الغزالی نے سید قطب کے آخری لمحات کا ذکر اپنی کتاب "ایام من حیاتی" (زنداں کے شب و روز۔ اردو ترجمہ : امین عثمانی) میں کیا ہے کہ مسلمان کا ایمان جوش میں آ جاتا ہے۔ زینب الغزالی کو سید قطب کی بہنوں حمیدہ قطب اور امینہ قطب کے ساتھ قید میں رکھا گیا تھا۔ زینب لکھتی ہیں کہ عدالت کے فیصلے کے دن (19 اگست 1966ء) انہیں عدالت کے قریب ایک ہال کمرے میں لایا گیا' جہاں باری باری تمام قیدی خواتین کا نام پکار کر طویل المیعاد قید کی سزاؤں سے آگاہ کیا گیا مثلاً حمیدہ قطب دس سال قید بامشقت' زینب الغزالی 25 سال قید بامشقت وغیرہ۔ مردوں کو علیحدہ سزائیں سنائی گئیں۔ کسی نے زینب کو بتایا کہ سید قطب کو پھانسی کی سزا سنائی گئی ہے۔ سزاؤں کے اعلان کے بعد حمیدہ قطب اور زینب



کو ایک کمرہ میں رکھا جانے لگا۔ فیصلہ ہو جانے کے پانچ دن بعد سید قطب جیل کے افسروں کے ساتھ اپنی بہن حمیدہ قطب کو ملنے آئے۔ جیل کی کوٹھڑی میں سید قطب، ان کی بہن اور زینب کے درمیان (جیل حکام کی موجودگی میں) **مختصر ملاقات کا حال زینب الغزالی سناتی ہیں:** "میں نے کہا، بھائی سید خوش آمدید، ہمارے لئے یہ بہت ہی قیمتی اور مسرت افزا لمحات ہیں جو خدا کی جانب سے ہیں تاکہ آپ ہمارے پاس بیٹھیں۔ وہ ہم سے موت اور اس کے وقت کے متعلق گفتگو کرنے لگے کہ وہ اللہ کے ہاتھ میں ہے اور خدا کے سوا کوئی اس کے بارے میں فیصلہ نہیں کر سکتا، انہوں نے ہمیں خدا کی رضا جوئی اور خود سپردگی کا حکم دیا اور گفتگو ہی اللہ کے فیصلے پر راضی رہنے سے متعلق تھی۔ انہوں نے حمیدہ سے بعض باتیں آہستگی سے کہیں اور مجھ سے بھی چپکے سے چند کلمات کہے۔ تب صفوت (جیل کا فوجی افسر) غصے میں ڈانٹنے لگا اور ملاقات ختم ہو گئی۔ امام شہید نے ہماری طرف دیکھ کر فرمایا: کوئی پرواہ نہیں، ہمیں اپنے دلوں میں صبر کو جگہ دینی چاہیے اور سلام کر کے واپس چلے گئے۔ ظالموں نے سید قطب کی پھانسی کی رات حمیدہ کو بلایا اور اس سے گفتگو کی--- حمیدہ نے بتایا کہ حمزہ (جیل کا بڑا افسر) نے مجھے دفتر بلا کر پھانسی کا حکم دکھاتے ہوئے کہا کہ حکومت اس حکم میں تخفیف کرنے کو تیار ہے بشرطیکہ تمہارا بھائی (سید قطب) ہماری مرضی کے مطابق جواب دے ___ وہ صرف چند باتیں کہہ دیں، بس پھانسی کی سزا سے بچ جائیں گے۔ ہم چاہتے ہیں وہ یہ کہہ دیں کہ اس تحریک کا اصل تعلق کہیں اور سے ہے، پھر وہ خرابی صحت کی بنیاد پر رہا کر دیئے جائیں گے--- میں (حمیدہ قطب) جیل حکام کے ساتھ اپنے بھائی (سید قطب) کے پاس گئی اور سلام کے بعد جیل کے افسر کی بات پہنچا دی۔ انہوں نے میری طرف غور سے دیکھنا اور چہرے کے تاثرات کا جائزہ لینا شروع کیا۔ گویا وہ کہہ رہے تھے: کیا یہ تمہارا مطالبہ ہے یا ان کا؟ میں نے اشارہ سے بتایا کہ یہ میری بات نہیں۔ تب انہوں نے مجھ پر گہری نظر ڈالتے ہوئے کہا، خدا کی قسم، جو باتیں میں نے کہیں وہ سچ ہیں تو روئے زمین کی کوئی طاقت مجھے ان کے کہنے سے باز نہیں رکھ سکتی ___ نفع و نقصان لوگوں کے قبضہ قدرت میں نہیں ہے، بلکہ زندگیاں اللہ کے ہاتھ میں ہیں، لوگ میری عمر بڑھانے یا گھٹانے کا فیصلہ نہیں کر سکتے کیونکہ یہ سب اللہ کے اختیار میں ہے، وہی ہر شے پر محیط ہے۔ چند دنوں بعد ہم نے امام شہید سید قطب شہید عبدالفتاح اسماعیل، شہید محمد ہواش کو پھانسی دیئے جانے کی خبر سنی جو ہم پر بجلی بن کر گری--- سید قطب کی بہن جیل کی کوٹھڑی میں میرے ساتھ ہے، میں کیسے اس کی غمخواری کروں؟--- یہ وہی سید قطب ہیں جنہوں نے سورۃ انعام کے مقدمہ میں صاف صاف لکھا ہے کہ راستہ کہاں اور کیا ہے--- امام قطب نے دونوں بڑی طاقتوں میں اسلامی بیداری کے لئے پوری توجہ مرکوز کر دی تاکہ دونوں سپرپاورز کی حکمرانی کا خاتمہ ہو اور دنیا پر جاہلیت کے بجائے اسلامی شریعت کا بول بالا ہو ___ فیصلہ کے نفاذ کے دن میں نے سید قطب کو نماز فجر کے بعد خواب میں دیکھا کہ وہ مجھ سے کہہ رہے ہیں، سن لو! میں ان لوگوں کے ساتھ نہیں ہوں، میں نبی کریمؐ کے ساتھ مدینہ میں ہوں، کہ میری آنکھ کھل گئی، چنانچہ میں نے حمیدہ سے خواب بیان کیا۔ پھانسی کے دوسرے دن صبح نماز فجر کے بعد مجھے خاتم صلوٰۃ کے اذکار پڑھتے پڑھتے پھر نیند آ گئی کہ میں نے ایک آواز سنی "سید قطب فردوس اعلیٰ میں ہیں اور ان کے ساتھی علیین میں ہیں، میری نیند ٹوٹ گئی۔

میں نے حمیدہ کو بتایا' اس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور وہ بولی' مجھے اللہ تعالیٰ کے فضل سے یقین ہے کہ وہ فردوس اعلیٰ میں ہوں گے" (ایام من حیاتی)

سید قطب کو جب جمال عبدالناصر کی فوجی عدالت کی طرف سے پھانسی کی سزا سنائی گئی تو اس کے خلاف پورے عالم اسلام میں شدید رد عمل ہوا' دنیا کے کونے کونے سے دینی رہنماؤں اور تنظیموں اور اخبارات کی طرف سے اس سزا کی تنسیخ کا مطالبہ کیا گیا' لیکن مصر کی حکومت کو سید قطب کا سر درکار تھا۔ 25 اگست 1966ء کی صبح کو انہیں پھانسی دے دی گئی۔ لیکن شہید کبھی مرا نہیں کرتے۔ وہ زندہ ہیں اگرچہ ہماری آنکھوں سے اوجھل ہیں۔ ان کے کارنامے اور ان کی تحریریں زندہ ہیں۔ سید قطب نے اپنی ساٹھ برس کی عمر کے دوران دس بارہ سال جیل میں بسر کئے لیکن فرصت کی ہر ساعت ایسے حال میں گزاری کہ وہ کوئی نہ کوئی اسلامی خدمت کر رہے ہوتے تھے۔ اخوان تحریک میں سرکاری ملازمت کی رکاوٹوں کی وجہ سے دیر سے شامل ہوئے' پھر بھی ان کی ابتدائی کتابوں میں تحریکی اور جہادی اثر دکھائی دیتا ہے۔ اعلائے کلمتہ الحق کے لئے مشہور کئی دوسری شخصیات کی طرح سید قطب بہت اچھے شاعر اور ادیب بھی تھے۔ ان کی شاعری کے تین مجموعے شائع ہوئے ہیں۔ اسی طرح اصلاحی افسانوں کے بھی تین مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ ان میں "طفل من القریہ" (ایک بچہ گاؤں کا) بہت مشہور ہے۔ عربی میں علم و ادب' تنقید' شعر' فہم قرآن اور دین کے مختلف موضوعات پر اب تک ان کی انتیس کتابیں منصہ شہود پر آ چکی ہیں۔ قرآن مجید کی تفسیر (فی ظلال القرآن) جو آٹھ جلدوں میں ہے' ان کی شاہکار تصنیف ہے' اسے انہوں نے دس سال کی پہلی قید کے دوران مکمل کیا تھا۔ بعض دیگر مشہور کتابوں میں "معالم فی الطریق"' "مشاہد القیامیہ فی القرآن" "التصویر الفنی فی القرآن" "العدالتہ الاجتماعیتہ فی الاسلام" (اسلام میں عدل اجتماعی - اردو ترجمہ) اور "دراسات الاسلامیہ" شامل ہیں۔ یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ سید قطب شہید اسلام کے عظیم مفکرین میں سے ایک ہیں۔ مولانا خلیل احمد حامدی لکھتے ہیں: "سید قطب مصری معاشرے کے اندر ایک ادیب لبیب کی حیثیت سے ابھرے۔ سیاسی اور اجتماعی نقاد کے عنوان سے نام پیدا کیا اور بالآخر اسلام کے عظیم مفکر اور داعی اور مفسر قرآن کے روپ میں وہ دنیا سے جامہ شہادت پہنے رخصت ہوئے"۔ ان کی شاعری میں بھی دعوت انقلاب ہے۔ ایک نظم میں کہتے ہیں: "اگر میں مر جاؤں تو مجھے شہادت کا درجہ ملے گا۔ اور تو انشاء اللہ نئی کامرانی کے ساتھ جانب منزل رواں دواں رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی دعوت کے لئے ہمارے نام قرعہ فال ڈالا ہے۔ بے شک ہم سنت الٰہی پر گامزن رہیں گے"۔

سید قطب شہید کے علمی و فکری مقام و مرتبہ پر بحث کرنا ہمارا موضوع نہیں ہے۔ اجمالاً یہ کہا جا سکتا ہے کہ میدان عزیمت کے یکہ تاز تو وہ تھے ہی' اسلامی فکر و اجتہاد کے جہان کے بھی قطب تھے۔ اس میدان میں ان کی فطری عزیمت نمایاں نظر آتی ہے۔ کہنتھ

کریگ کہتا ہے کہ سید قطب کوئی خام مقلد نہ تھے۔ ایک طرف وہ مغربی تہذیب (جسے وہ خوب جانتے تھے) رد کرتے ہیں، دوسری طرف ابن تیمیہ کے اتباع میں ان تمام مسلمان حکمرانوں کے خلاف جہاد واجب سمجھتے ہیں جن کا رویہ غیر اسلامی ہو۔ ان کے نزدیک اسلام کی پیروی کا تقاضا آزادی ہے: تمام دیگر سیاسی اور مذہبی نظاموں سے انسان کی نجات۔ "جس طرح اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں کرتا اسی طرح وہ اپنے نازل کردہ نظریہ زندگی کے ساتھ کسی اور نظریہ کی شرکت کو بھی قبول نہیں کرتا۔ یہ دونوں جرم اللہ کے نزدیک ایک ہی درجہ رکھتے ہیں--- ہمارے بعض مفکرین اسلام کا شیوہ بن چکا ہے کہ وہ کبھی اسلامی جمہوریت کی اصطلاح وضع کرتے ہیں اور کبھی اسلامی سوشلزم کی اور کبھی کہتے ہیں دنیا کے موجودہ معاشی، سیاسی اور قانونی نظاموں میں اسلام کو بس چند معمولی سی تبدیلیاں کرنے کی ضرورت ہے، اس طرح کی باتیں اس لئے کی جاتی ہیں کہ لوگوں کی خواہشات کو تھپکی دی جائے۔ لیکن یہ اسلام ہے، خالہ جی کا گھر نہیں ہے" (معالم فی الطریق)۔

کینتھ کریگ کا خیال ہے کہ سید قطب کی آخری مرتبہ گرفتاری اور پھانسی کی وجہ ان کے وہ دو ٹوک نظریات تھے جن کا اظہار انہوں نے اپنی کتاب "معالم فی الطریق" میں کیا تھا اور جو انہی دنوں میں شائع ہوئی تھی۔ مسلمانوں کے غیر اسلامی طور طریقے رکھنے والے حکمرانوں کے خلاف جہاد کا نظریہ ابن تیمیہ اور ابن کثیر نے قرآن مجید کی سورہ مائدہ کی آیت 44 کے مفہوم کے تحت پیش کیا تھا۔ آیت کا ترجمہ ہے: "اور جو شخص اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق حکم نہ کرے، سو ایسے لوگ کافر ہیں"۔ سید قطب بھی ابن تیمیہ اور ابن کثیر کی تائید کرتے ہوئے اس آیت سے استنباط کرتے ہیں کہ شرع اسلامی کے مطابق فیصلے نہ کرنے والے مسلمان حکمرانوں کے خلاف جدوجہد اور خروج واجب ہے۔ اسی بنا پر مغربی قوانین سوشلزم اور مصری قومیت کی معجون مرکب پر استوار جمال عبدالناصر کی حکومت کے خلاف جہاد جائز تھا۔ مسلمانوں کے لئے ضروری تھا کہ وہ اس حکومت کی اطاعت نہ کریں۔ ان کے نزدیک توحید کا مفہوم یہی ہے کہ دنیا میں حاکیت صرف اللہ تعالیٰ کو سزاوار ہے، جو شخص اس حاکیت کو ہتھیانے کی کوشش کرے وہ لوگوں کی وفاداری اور فرمانبرداری کا مستحق نہیں رہتا۔ توحید کی بالادستی سے خالی معاشرے کو سید قطب جاہلی معاشرہ کہتے ہیں۔ "ہر وہ معاشرہ جو اپنی بندگی کو خواہ وہ اعتقادی و نظریاتی ہو، مراسم عبادت کی ہو یا قانونی نظام میں، صرف اللہ کے لئے خالص اور یکسو نہیں کرتا وہ جاہلی معاشرہ کہلائے گا۔ اس تعریف کی رو سے دنیا میں آج جتنے معاشرے پائے جاتے ہیں، وہ سب جاہلی معاشرے ہیں"۔ احیائے اسلام کے کام کو وہ انقلابی انداز میں کرنے کا نظریہ پیش کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں: "پہلے ایک ہراول دستہ وجود میں آئے جو اس کار عظیم کا عزم صمیم لے کر اٹھے اور پھر مسلسل منزل کی طرف پیش قدمی کرتا چلا جائے اور جاہلیت کے اس بیکراں سمندر کو چیرتا ہوا آگے کی جانب رواں دواں رہے جس کی لپیٹ میں ساری دنیا آ چکی ہے"۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اسلامی انقلاب کسی ایک

اسلامی ملک میں لایا جائے اور اسے نقطہ آغاز بنا کر آگے بڑھا جائے۔ "احیائے نو کی یہی وہ ناگزیر کوشش ہے جو طویل یا مختصر سفر کے بعد آخرکار انسانی قیادت کے قبضہ پر منتج ہو گی"۔ سید قطب کہتے ہیں کہ اسلام کوئی نظری فلسفہ نہیں بلکہ ایک عملی نظام ہے جو عمل اور حرکت کی دنیا سے تعلق رکھتا ہے۔ اسلام کے عدل اجتماعی (سماجی انصاف) کے حوالے سے وہ نظام زکوٰۃ کے قیام کو بنیادی اہمیت دیتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ذخیرہ اندوزی کی ممانعت اور جذبہ خیر کی اشاعت ضروری ہے۔ (ملاحظہ ہو ان کی کتاب "اسلام میں عدل اجتماعی") سود پر نہ صرف پابندی ہو گی بلکہ اسے انسانی ضمیر کے لئے قابل نفرت چیز بنایا جائے گا۔ اسلام میں معاشرتی انصاف کا سید قطب کا نظریہ سید ابوالاعلیٰ مودودی کے اس موضوع پر افکار سے مطابقت رکھتا ہے۔ سید قطب کے خیالات کا مرکزی نکتہ یہ ہے کہ اگر اسلام کو صحیح طور پر سمجھا اور نافذ کیا جائے تو یہ آج کے جدید زمانے کے تمام انفرادی اور اجتماعی تقاضوں کی تکمیل کر سکتا ہے اور مسلمانوں کو دیگر نظریات وغیرہ کی طرف دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ مصر کے جمال عبدالناصر کے ساتھ سید قطب اور دیگر اخوان رہنماؤں کا اختلاف زیادہ تر اسی بنیادی نکتے پر تھا' ورنہ مسلمان اور نمازی وہ (صدر ناصر) بھی تھا۔ "وہ (صدر ناصر) جہاں تک خیال ہے' خدا کو مانتا تھا اور نمازیں بھی باقاعدگی سے ادا کیا کرتا تھا لیکن اپنے مخالفین کو اسلامی اصطلاحات اور اداروں پر اجارے کی اجازت دینے کو تیار نہ تھا۔ 1954ء میں جب اس کا اخوان سے اختلاف شروع ہوا' اس نے مذہبی اوقاف کی وزارت کے ذریعے مساجد میں خطبات کو کنٹرول کرنے کے لئے اقدامات کئے۔ ساتھ ہی الازہر کے شیوخ کو' جن کی مرغ بادنما کی طرح اقتدار پر فائز ہر حکومت کے ساتھ وفاداری مشہور ہے' ہدایت کی کہ وہ اخوان المسلمون کو بے دین قرار دیں ___ انہوں نے اس کی تعمیل کی لیکن ناصر مطمئن نہ ہوا ___ الازہر کو سرکاری دباؤ میں لانے کے لئے 1961ء میں ایک قانون کے ذریعے دور رس اصلاحات کی گئیں ___ کہا گیا کہ الازہر کی بھی اعلیٰ تعلیم کے ایک جدید ادارے کے طور پر تشکیل نو کی جائے گی کیونکہ (بقول ناصر) اسلام مذہبی اور سیکولر علوم کے درمیان تمیز نہیں کرتا ___ حکومت کو الازہر کے اندر علماء کا ایک ایسا طبقہ مل گیا جو حکومت کے نقطہ نظر کو اپنانے پر تیار تھا۔ ان میں سے ایک صاحب نے لکھا کہ نئی اصلاح حکومت کا عظیم انقلابی اقدام ہے۔ ایک صاحب نے ناصر کے قومی چارٹر کے متعلق کہا کہ یہ وہ الہامی پروگرام ہے جو مشرق و مغرب میں' ماضی یا حال میں پہلے کوئی پیش نہیں کر سکا۔ الازہر کے جریدہ کے ایڈیٹر نے ناصر کو امام مہدی قرار دیا" (Faith and Power - Edward Mortimer)۔ یہ بدقسمتی کی بات ہے کہ فرعون کے زمانے سے لیکر ناصر اور سادات کے دور تک مصر کی سرزمین میں اقتدار کی طاقت کو دیوتا سمجھ کر پوجنے والے ہامان پیدا ہوتے رہے ہیں اور انہی لوگوں کی وجہ سے اہل حق کو زیادہ آزمائشوں سے گزرنا پڑا ہے۔ لیکن اسی سرزمین میں فرعون کو نہ ماننے والے موسیٰ اور ہارون بھی پیدا ہوئے۔ حسن البنا' حسن

الھضیبی، سید قطب اور عبدالفتاح اسماعیل جیسے باطل کے سامنے ڈٹ جانے والے بھی پیدا ہوئے۔ آج صدر ناصر کو مہدی موعود کے مقام پر فائز کرنے والوں کو کوئی نہیں جانتا، ان مبنی بر تملق فتاویٰ کا تذکرہ تاریخ یا فقہ اسلام کی کسی کتاب میں نہیں ملتا، لیکن سید قطب شہید اور ان کے افکار کی سچائی اور عظمت روزبروز زیادہ واضح ہوتی جاتی ہے۔ بیسویں صدی میں نظام اسلام کے لئے کی جانے والی سرفروشانہ جدوجہد میں شامل مجاہدوں کی مقدس فہرست میں ان کا نام سب سے اوپر نظر آتا ہے۔ صدر ناصر کی حکومت نے فرعونی تکبر میں سید قطب اور ان کے ساتھیوں کو جو سزائیں دیں، ان کا نتیجہ اس نے ایک سال کے اندر عرب اسرائیل جنگ میں بدترین اور ذلت آمیز شکست کی صورت میں دیکھ لیا۔ محمدؐ کی جگہ فرعون کو قومی ہیرو قرار دینے والوں کو نصرت اللہ کی طرف سے کیوں ملتی؟ اعلائے کلمۃ الحق کرنے والوں کو پھانسیاں دینے والے آج ایک فراموش شدہ داستان ہیں۔ سید قطب شہید کا مشن اور ان کے افکار زندہ و تابندہ ہیں!